اسلام اور نظامِ سرمایہ داری

جذبۂ اکتناز کی مضرتوں پر ایک نظر قرآن مجید کی روشنی میں

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ (۱۰۲-۱و۲)

(ترجمہ۔ کثرت کی خواہش نے تمہیں غافل کر رکھا حتیٰ کہ تم قبروں میں جا پہنچے)

از جناب میر ولی اللہ صاحب ایڈوکیٹ ایبٹ آباد

(۲)

سرمایہ داری بطورِ سزا ہر چیز ایک حد تک اچھی ہوتی ہے۔ اس سے بڑھ جائے تو اچھی نہیں رہتی۔ یہی حال دولت کا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بے حساب دولت آدمی کو بطورِ سزا کے دیجاتی ہے روزانہ تجربے کی بات ہے کہ جو تکلیف آرام کے بعد آئے وہ زیادہ روح فرسا ہوتی ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اپنی دعاؤں میں عُسر بعد الیسر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ خداوندِ کریم جس بندے کو اس کی نافرمانیوں کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کرنا چاہتا ہے اُسے دولت میں فراخی دیدیتا ہے تاکہ وہ چند روز خوب عیش کرلے اور خوش ہولے۔ اس کے بعد یک لخت اُسے پکڑ لیتا ہے اور یہ سختی جو خوش حالی کے بعد آتی ہے بیحد تکلیف دہ ہوتی ہے۔ فی الواقعہ یہ درست بات ہے کہ بعض ایسی چیزیں جنھیں حاصل کرکے ہم خوش ہوتے ہیں ہمارے لئے موجب خیر و برکت نہیں ہوتیں۔ اس کا برعکس بھی اسی قیاس پر ہے۔

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهٖ فَتَحْنَا	پس جب وہ بھول گئے اس نصیحت کو جو انھیں
عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۔ حَتّٰى	دی گئی تھی۔ تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے

إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَٰهُم	کھول دیئے حتیٰ کہ وہ خوش ہوگئے اس چیز پر جو
بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ ۝	انھیں دی گئی. پھر پکڑا ہم نے ان کو یک لخت پس
فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا	وہ بالکل ناامید ہوگئے. پس کاٹی گئی جڑ اس قوم
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَٰلَمِينَ ۔	کی جو ظلم کرتے تھے اور سب تعریف اللہ کے لئے
(۶ - ۴۴ و ۴۵)	ہے جو جہانوں کا پروردگار ہے۔

جب آدمی خدا کو بھول جاتا ہے یعنی اُن تعلیمات کو بھول جاتا ہے جو پیغمبروں کے ذریعہ اس تک پہنچیں تو خدا اس کو سزا دینے کا یہ طریقہ اختیار کرتا ہے کہ اس پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ دولت، اولاد، مکان زمینیں۔ نوکر چاکر۔ غرضیکہ ہر طرح کا سامانِ عیش و عشرت اس کو مل جاتا ہے. جب وہ اس فراوانی پر خوش ہوجاتا ہے تو یک لخت خدا اسے پکڑ لیتا ہے اور اس فراوانی کے بعد یہ عسرت عذابِ جہنم سے کم نہیں ہوتی۔ خداوند کریم ہر مسلمان کو ایسی پکڑ سے معافی دے اور یقیناً ہم سب پر خدا کی حمد و ثنا واجب ہے کہ اس نے ہم کو اس پکڑ سے محفوظ رکھا ہے والحمد للہ رب العلمین۔

فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ	پس تجھے اچھے نہ لگیں ان کے مال اور نہ ان کی
إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي	اولاد۔ بات یہ ہے کہ اللہ کا ارادہ ہے کہ ان چیزوں
الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ	کے ذریعہ انھیں دنیا کی زندگانی میں عذاب دے
وَهُمْ كَٰفِرُونَ (۹ - ۵۵)	اور وہ کفر کی حالت میں ہی مرجائیں۔

یہاں سے بھی معلوم ہوا کہ ان سرمایہ داروں کی دولت خیر و برکت کا ذریعہ نہیں بلکہ یہ دولت ان کی نافرمانیوں کی سزا میں انھیں دی گئی ہے تاکہ اسی دولت کے ذریعہ انھیں عذاب دیا جائے اسی سورت میں یہ آیت دوبارہ نمبر (۸۵) پر بھی مکرر موجود ہے۔

وَلَا تَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ	اور ماپ کو تول کو کم نہ کرو۔ میں تم کو مالدار
إِنِّي أَرَىٰكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ	دیکھتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ تم پر گھیرنے والا

عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ (۱۱-۸۴) عذاب آنے والا ہے۔

یہ قول ہے حضرت شعیب علیہ السلام کا۔ ان کی قوم تجارت کرتی تھی اور تجارت میں بددیانتی کرکے روپیہ اکٹھا کرتی تھی۔ ماپ تول کی کمی میں تجارت کی ہر طرح کی بدعنوانیاں اور بے ایمانی شامل ہیں۔ روزمرہ کے تجربے کی بات ہے کہ سرمایہ دار لوگوں کے پاس جو بے حساب دولت جمع ہوجاتی ہے یہ تجارت کے جائز منافع سے نہیں بلکہ تجارت میں گوناگوں بددیانتیوں سے جمع ہوتی ہے۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اس قسم کی سرمایہ داری عذاب کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

سرمایہ داری وجہ بغاوت | رزق کی بیحد وسعت عام طور سے خطرناک ہوتی ہے۔ سرمایہ داروں کو اس حقیقت سے آنکھ بند نہیں کرلینی چاہئے۔ کیونکہ سرمایہ داری کے اندر فساد کا بیج چھپا ہوتا ہے اور رزق کی کشادگی جیسا کہ ہمیں بظاہر نظر آتا ہے۔ عموماً خیر کا موجب نہیں ہوتی۔

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ — اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لئے رزق کشادہ
لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ — کرتا تو البتہ وہ دنیا میں سرکشی کرتے لیکن اللہ اتارتا
بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ ۔ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ — ہے اندازے کے ساتھ جتنا وہ چاہتا ہے یقیناً وہ اپنے
خَبِيْرٌ بَصِيْرٌ (۴۲ - ۲۷) — بندوں سے خبردار ہے اور دیکھنے والا ہے۔

جو کچھ خدا جانتا ہے وہ ہم نہیں جانتے وہ اپنے بندوں کی فطرت اور سرشت سے واقف ہے اس لئے رزق میں کشادگی کا نہ ہونا بھی حکمت سے خالی نہیں۔ اس لئے رزق کی تنگی پر شکوہ بھی بیجا ہے۔ یہاں سے تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ اندازے سے زیادہ دولت کے اندر ہمیشہ بغاوت اور سرکشی کا بیج موجود ہوتا ہے۔

وَلَوْلَا اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً — اور اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک امت
لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ — ہو جائیں گے تو ہم ان لوگوں کو جو اللہ سے انکار کرتے
سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا — ہیں۔ ان کے گھروں کے چھت اور اوپر چڑھنے
يَظْهَرُوْنَ ۝ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا — کی سیڑھیاں چاندی کی بناتے۔ اور ان کے گھروں کے

عَلَیۡھَا یَتَّکِـُٔوۡنَ ۙ وَ زُخۡرُفًا ؕ وَ اِنۡ — دروازے بھی اور تخت جن پر وہ تکیہ کرتے ہیں اور
کُلُّ ذٰلِکَ لَمَّا مَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا — سونا بھی اور یہ سب کچھ صرف دنیا کی زندگانی کا
وَ الۡاٰخِرَۃُ عِنۡدَ رَبِّکَ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ۔ — سامان ہے اور آخرت تیرے پروردگار کے نزدیک
(۴۳ - ۳۳ تا ۳۵) — صرف پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

ان آیات سے چند در چند نکات نکلتے ہیں۔ (۱) بیحد دولت مندی یعنی سرمایہ داری کافروں کا حصہ ہے۔ مسلمانوں کا نہیں۔ (۲) خدا کفار کو اس سے بھی زیادہ دولت دیتا۔ حتیٰ کہ ان کے گھروں کی چھت۔ دروازے۔ سیڑھیاں اور تخت غرضیکہ سب کچھ چاندی اور سونے کے ہوتے۔ لیکن اگر ایسا ہوتا تو کوئی مسلمان نہ رہتا۔ سب کافر ہو جاتے۔ (۳) جیسا کہ شروع مضمون میں لکھا گیا ہے مسلمان بے حد دولت مند اور سرمایہ دار بن ہی نہیں سکتا۔ بشرطیکہ وہ دولت کے حاصل کرنے اور خرچ کرنے میں اسلامی احکام کی پابندی کرے۔ (۴) بیحد دولت کفار کے لئے ہے کیونکہ ان کا اگلے جہان میں کوئی حصہ نہیں۔ (۵) متقی مسلمان کے لئے چونکہ اگلے جہان کی بے حساب نعمتیں موجود ہیں، اس لئے وہ متاعِ حیاتِ دنیا سے بے نیاز اور مستغنی ہے۔

جہاد سے جی چرانا | قرآن مجید سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی راہ میں جان و مال کی قربانی کرنے سے گریز کرنے والے اکثر دولت مند لوگ ہی ہوتے ہیں۔ آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ملک اور قوم کی آزادی کے لئے جدوجہد کرنے والے اور جان و مال کی قربانیاں دینے والے بالعموم غریب لوگ ہیں سرمایہ دار ہمیشہ جہد و جہاد کی راہ میں روڑے اٹکاتے رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ نہیں چاہتے کہ جس سیاسی اور اقتصادی نظام کے اندر وہ سرمایہ دار بنے بیٹھے ہیں۔ اس میں کوئی تبدیلی واقع ہو کیونکہ نظام کی ہر تبدیلی میں ان کی سرمایہ داری کے لئے خطرات موجود ہیں۔

وَ اِذَاۤ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَۃٌ اَنۡ اٰمِنُوۡا — اور جب اتاری جاتی ہے کوئی سورت کہ ایمان
بِاللّٰہِ وَ جَاہِدُوۡا مَعَ رَسُوۡلِہِ اسۡتَاۡذَنَکَ — لاؤ اللہ کے ساتھ اور جہاد کرو اس کے رسول کے
اُولُوا الطَّوۡلِ مِنۡہُمۡ وَ قَالُوۡا ذَرۡنَا — ساتھ مل کر تو اجازت مانگتے ہیں تجھ سے ان میں سے

نکن مع القاعدین ○ رضوا بان	دولت مند لوگ اور کہتے ہیں کہ ہم کو چھوڑ دو (گھر)
یکونوا مع الخوالفِ وطبع علیٰ	بیٹھنے والوں کے ساتھ۔ وہ اس بات پر خوش ہیں کہ
قلوبھم فھم لا یفقھون ○ لکن	پیچھے رہنے والوں کے ساتھ رہیں۔ ان کے
الرسول والذین اٰمنوا معہ	دلوں پر مہر لگادی گئی ہے پس وہ نہیں سمجھتے۔
جاھدوا باموالھم وانفسھم	لیکن رسول اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ایمان
واولٰئک لھم الخیرات و	لائے انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے
اولٰئک ھم المفلحون۔	ساتھ جہاد کیا اور انہی لوگوں کے لئے خیر و برکت
(۹ - ۸۶ تا ۸۸)	ہے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

جہاد کا حکم آیا تو دولت مند لوگوں نے رسولِ کریم سے کہا کہ ہمیں جہاد پر جانے کے لئے مجبور نہ کیجئے۔ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اپنے گھروں میں رہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ لوگ حقیقتِ حال کو نہیں سمجھتے۔ جس دولت کو وہ بچانا چاہتے ہیں وہ ان کے لئے باعثِ خیر و برکت اور موجبِ فوز و فلاح نہیں ہو سکتی۔ خیرات و برکات تو صرف انہی لوگوں کا حصہ ہے جو اللہ کی راہ میں جان و مال کی قربانیاں دیتے ہیں اور رسول کے ساتھ ہو کر کفار سے جہاد کرتے ہیں۔

قرآنِ کریم سے یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ دنیا میں جتنے پیغمبر آئے ان سب کا انکار عام طور سے سرمایہ داروں نے ہی کیا۔ وجہ ظاہر ہے بے اندازہ دولت جمع کرنے کے دو ہی ذریعے ہیں ایک یہ کہ حصولِ دولت میں جائز و ناجائز وسائل میں تمیز نہ کی جائے۔ دوسرا یہ کہ زکات و صدقات وغیرہ سے پہلو تہی کی جائے۔ پیغمبر اسی جذبۂ زراندوزی سے منع کرتے تھے۔ اس لئے سرمایہ دار لوگ ہر زمانے میں نبیوں کی مخالفت کرتے رہے۔ قرآن مجید میں شاید ہی کسی نبی کا ذکر ہو جس میں یہ نہ بتایا گیا ہو کہ دولت مندوں اور سرداروں یعنی سرمایہ داروں نے اس کی پرزور مخالفت کی اور اپنی دولت کے غرور میں ہمیشہ انکار و جحود پر اڑے رہے۔

وما ارسلنا فی قریۃ من نذیر الا	اور ہم نے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا کہ اس
قال مترفوھا انا بما ارسلتم بہ	بستی کے دولت مندوں نے اسے یہ نہ کہا ہو کہ جو
کافرون ۰ وقالوا نحن اکثر اموالا	پیغام تم لائے ہو ہم اس سے انکار کرتے ہیں ان
واولادا وما نحن بمعذبین ۰	لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس مال زیادہ ہے اور
قل ان ربی یبسط الرزق	اولاد بھی۔ ہمیں عذاب نہیں ہوگا۔ انھیں کہو کہ میرا
لمن یشاء ویقدر ولکن اکثر	پروردگار جسے چاہتا ہے رزق میں کشائش کر دیتا ہے
الناس لا یعلمون۔	یا تنگی کرتا ہے لیکن بہت لوگ (حقیقتِ حال کو)
(۳۴ - ۳۴ تا ۳۶)	نہیں سمجھتے۔

سرمایہ داری باعثِ جحود | یہاں سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کرنے والے یہی سرمایہ دار تھے۔ انھیں اپنی کثرتِ مال واولاد پر غرور تھا اور انھیں یقین ہی نہیں آتا تھا کہ خدا جس نے ہمیں اتنی نعمتیں عطا کی ہیں۔ کبھی ہم کو عذاب میں بھی مبتلا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ رزق کی کشادگی یا تنگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے تم حقیقتِ حال کو نہیں سمجھتے نہ خدا کی حکمتوں پر تمہاری نظر ہے۔

واصبر علی ما یقولون واھجرھم	اور صبر کر اس بات پر جو وہ کہتے ہیں اور چھوڑ دے
ھجرا جمیلا ۰ وذرنی والمکذبین	ان کو چھوڑ دینا اچھا۔ اور چھوڑ دے مجھے اور
اولی النعمۃ ومھلھم قلیلا ۰	ان دولت مند جھٹلانے والوں کو۔ اور ان کو
ان لدینا انکالا وجحیما ۰ و	تھوڑی سی ڈھیل دے۔ تحقیق ہمارے پاس بیڑیاں
طعاما ذا غصۃ وعذابا	ہیں اور جہنم کی آگ۔ اور گلے میں اٹکنے والا کھانا
الیما ۰ (۷۳ - ۱۰ تا ۱۳)	اور درد دینے والا عذاب

یہ خطاب ہے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ان نازونعمت میں پلے ہوئے اور عیش وعشرت میں زندگی بسر کرنے والوں اور آیاتِ خداوندی کے جھٹلانے والوں کو مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ ان کے انکار وجحود کا بدلہ میرے پاس ہے اور ایک دن یہ بدلہ ان کو مل کر رہیگا۔

وکذٰلک جعلنا فی کل قریۃ — اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں بڑے لوگوں کو
اکٰبر مجرمیہا لیمکروا فیہا — وہاں کا مجرم بنایا تاکہ وہ اس میں مکر کریں اور وہ
وما یمکرون الا بانفسہم وما — نہیں مکر کرتے مگر اپنی جانوں کے ساتھ۔ اور
یشعرون (۶-۱۲۴) — نہیں سمجھتے۔

یعنی ہمیشہ کافروں کے سردار (یعنی دولت مند لوگ) حیلے نکالتے ہیں۔ تاکہ عوام الناس پیغمبر کے مطیع نہ ہو جائیں جیسے فرعون نے معجزہ دیکھا تو حیلہ نکالا کہ سحر کے زور سے سلطنت لیا چاہتا ہے (موضح القرآن)

فلولا کان من القرون من — پس کیوں نہ ہوئے تم سے پہلی امتوں میں صاحب
قبلکم اولوا بقیۃ ینھون عن — شعور لوگ جو ملک میں فساد پھیلانے سے منع
الفساد فی الارض الا قلیلا — کرتے بجز چند آدمیوں کے جنھیں ان میں سے ہم نے
ممن انجینا منھم واتبع الذین — بچا لیا۔ اور ظالم لوگ جو دولت انھیں دی گئی
ظلموا ما اترفوا فیہ وکانوا — اسی کے پیچھے لگے رہے اور جرائم کے خوگر ہوئے
مجرمین (۱۱-۱۱۶)

سرمایہ داری باعثِ ہلاکتِ قوم | اس سے پہلے امم مہلکہ کے قصے بیان ہوئے تو وجہ اس کی یہ ہوئی کہ جو امتیں تم سے پہلے ہو گزری ہیں ان میں ایسے سمجھ دار لوگ نہ ہوئے جو دوسروں کو ملک میں فساد پھیلانے سے منع کرتے۔ بجز چند آدمیوں کے کہ جن کو ان میں سے ہم نے عذاب سے بچا لیا تھا۔ وہ تو البتہ جیسے خود کفر و شرک سے تائب ہو گئے تھے اوروں کو بھی منع کرتے رہے اور انہی دونوں عمل کی برکت سے وہ عذاب سے بچ گئے تھے اور جو لوگ نافرمان تھے وہ اس مال و دولت اور ناز و نعمت کے پیچھے پڑے رہے جو انھیں دی گئی تھی اور اس طرح وہ جرائم کے خوگر ہو گئے (بیان القرآن تھانوی)

اس سے معلوم ہوا کہ قوموں کی تباہی کا باعث ہی سرمایہ دار لوگ تھے۔ ہر نبی کی امت کا جرائم پیشہ طبقہ دولت مندوں کا طبقہ ہی رہا ہے۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا	اور ہم عذاب نہیں کرتے جب تک پیغمبر نہ بھیجیں
واذا اردنا ان نھلک قریۃ	اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک
امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا	کریں تو ہم حکم کرتے ہیں اس کے دولتمندوں کو
فحق علیھا القول فدمرنٰھا	پس وہ اس میں نافرمانی کرتے ہیں۔ پس اس
تدمیرا ۔ وکم اھلکنا من	بستی پر عذاب کی بات ثابت ہو جاتی ہے پھر ہم
القرون من بعد نوح ۔ وکفی	اس کو ہلاک کرتے ہیں پوری طرح۔ اور ہم نے کتنے
بربک بذنوب عبادہ خبیرا	قرنوں کو نوح کے بعد ہلاک کیا اور کافی ہے تیرا
بصیرا ۔ من کان یرید العاجلۃ	پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے والا
عجلنا لہ فیھا ما نشاء لمن نرید	اور دیکھنے والا۔ جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا (کے مال)
ثم جعلنا لہ جھنم یصلٰھا	کا۔ ہم اس کو جلدی دیتے ہیں دنیا میں جو کچھ چاہتے
مذموما مدحورا ۔ ومن	ہیں اور جسے چاہتے ہیں۔ پھر کرتے ہیں ہم اس
اراد الاخرۃ وسعیٰ لھا	کے لئے دوزخ۔ داخل ہوگا اس میں بدحال اور
سعیھا وھو مومن فاولئک	راندہ ہوا۔ اور جو کوئی ارادہ کرتا ہے آخرت کا۔
کان سعیھم مشکورا ۔	اور سعی کرتا ہے اس کے لئے جو اس کی سعی ہے اور
(۱۷ ۔ ۱۵ تا ۱۹)	ایمان والا بھی ہے۔ پس یہی لوگ ہیں کہ ان کی
	سعی کی قدردانی کی جاتی ہے ۔

یہاں سے بھی ثابت ہوا کہ قوموں کی ہلاکت کا باعث ان کے دولت مند لوگ ہوتے ہیں

ان آیات میں بظاہر یہ مقام بہت مشکل نظر آتا ہے کہ "جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو اس بستی کے دولت مند لوگوں کو حکم کرتے ہیں کہ وہ نافرمانی کریں اور جب نافرمانی عام ہو جاتی ہے تو وہ بستی عذاب کی مستوجب ہو جاتی ہے پس ہم اس بستی کو پوری طرح ہلاک کر دیتے ہیں۔"

اسی لئے بعض مفسرین نے امرنا کے معنی کثرنا کئے ہیں۔ یعنی جب ہم کسی قوم کو ہلاک کرنیکا

ارادہ کرتے ہیں تو اس قوم کے دولت مندوں کو تعداد میں اور مال میں بڑھا دیتے ہیں۔ پس جب دولت مندوں کی تعداد زیادہ ہوگئی اور ان کی دولت بھی زیادہ ہوگئی تو وہ نافرمانیاں شروع کردیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ ہوتا ہے قوم کی ہلاکت۔ اَمَرَ۔ زیادہ ہوگیا یا زیادہ کردیا کے معنوں میں بھی آتا ہے۔

لیکن یہ مشکل صرف ظاہری مشکل ہے۔ فی الواقعہ کوئی مشکل نہیں۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اندازِ کلام وخطاب ایک خاص نوع کا ہے چونکہ حقیقت میں ہر فعل ہر عمل۔ ہر خواہش اور ہر ارادے کا خالق خدا ہے اور ان کا فاعلِ حقیقی بھی وہی ہے اس لئے بعض اُن چیزوں کو بھی خدا خود اپنے آپ سے منسوب کرتا ہے جو دوسروں کی ہوتی ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں بارہا بار خدا نے کہا ہے کہ میں بندوں کے دلوں پر مہر کردیتا ہوں اور پھر وہ کچھ نہیں سمجھتے اور فسق وفجور میں لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح بارہا یہ بھی کہا گیا ہے کہ خدا بندوں کو گمراہ کرتا ہے۔ لیکن ہر ایسے موقع پر آپ دیکھیں گے کہ خود قرآن نے اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ یہ گمراہ کرنا یا دل پر مہر لگا دینا یا کھلی آنکھوں اور کانوں کو اندھا اور بہرا کردینا یا دلوں کی بیماری کو زیادہ کردینا خود انسانوں کے اپنے اعمال کی سزا ہے۔ خداوند تعالیٰ کا قانون ہے کہ جو شخص دیدہ ودانستہ برے کام کرے گا۔ اس کے دل کی روشنی کم ہوجائے گی۔ پس اس قانون کے ماتحت جس شخص کا دل سیاہ ہوگا خدا اسے یوں بیان کرے گا کہ میں نے اس کا دل سیاہ کردیا۔ یا اس کے دل پر مہر لگا دی وغیرہ وغیرہ۔ اس مبحث پر چونکہ ایک مستقل مضمون زیرِ نظر ہے اس لئے یہاں صرف اشارہ ہی کافی سمجھا گیا۔

ان آیات میں ہی دیکھئے کہ سب سے پہلے یہ بات کہی گئی ہے کہ جب تک ہم رسول نہیں بھیجتے اس وقت تک کسی قوم کو عذاب نہیں دیتے۔ مطلب یہ ہوا کہ خداوند کریم اپنے بندوں کی اصلاح اور تہذیب کے لئے اپنا پیغام نبیوں کے ذریعہ ان کے پاس بھیجتا ہے۔ نبی لوگوں کو نیکی کا رستہ بتاتے ہیں۔ برے کاموں کے نتائج سے ڈراتے ہیں۔ اور اعمالِ صالحہ کی تعلیم دیتے ہیں ــ اس کے بعد اگر لوگ جان بوجھ کر عناد تکبر اور تقلیدِ آبا کی وجہ سے نافرمانی کریں تو نتائج کے وہ

خود ذمہ وار ہیں۔ اس سے پہلے بیان ہو چکا کہ بالعموم نافرمانی کرنے والے دولت مند لوگ ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی بیان ہو چکا کہ ان لوگوں کو زیادہ دولت بھی ان کی بداعمالیوں کی سزا کے طور پر دی جاتی ہے۔

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سرمایہ داروں کے تمام ارادوں اور کوششوں کا منتہائے مقصود سوائے زراندوزی کے اور کچھ نہیں ہوتا وہ خدا سے صرف دولت مانگتے ہیں اور کچھ نہیں مانگتے عاقبت کی طرف سے وہ بالکل بیفکر ہوتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جسے چاہے اور جس قدر چاہے دولت دیدیتا ہے۔ ان لوگوں کا اگلے جہان کی نعمتوں میں کچھ حصہ نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف جن لوگوں کی نگاہ اگلے جہاں پر ہوتی ہے اور وہ اس کے لئے کوشش بھی کرتے ہیں ان لوگوں کی سعی کو خدا دونوں جہانوں میں مشکور فرماتا ہے۔

حاصلِ کلام یہ کہ خدا کا قانون ہے کہ

(۱) وہ نافرمان لوگوں کو ان کی نافرمانی کی سزا میں دولت دیتا ہے۔

(۲) وہ دنیا طلب اور عاقبت فراموش لوگوں کو دولت دیتا ہے

(۳) ایسے لوگ اپنی دولت کے غرور میں خدا کو بھول جاتے ہیں اور نافرمانیاں عام ہو جاتی ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوم تباہ ہو جاتی ہے۔

یہی بات ہے جسے قرآن کی زبان میں یوں کہا گیا ہے کہ جب خدا کسی قوم کو تباہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے دولت مند لوگوں کو حکم کرتا ہے اور وہ نافرمانیاں کرتے ہیں اور ان نافرمانیوں کی وجہ سے قوم تباہ ہو جاتی ہے۔

من کان یرید حرث الاخرۃ نزدلہٗ	جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اسے اس کی
فی حرثہ ومن کان یرید حرث	کھیتی میں زیادہ دیتے ہیں اور جو کوئی دنیا کی کھیتی
الدنیا نوتہ منھا۔ ومالہٗ فی الاخرۃ	چاہتا ہے ہم اس کو اس میں سے دیتے ہیں اور اس
من نصیب۔ (۴۲-۲۰)	کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔

سرمایہ داری باعث عاقبت فراموشی

یہاں سے بھی یہی معلوم ہوا کہ دولتِ دنیا کی زیادتی دنیا طلبی اور عاقبت فراموشی کا نتیجہ ہے۔ اس لئے سرمایہ دار نعیم عقبیٰ سے محروم ہوتے ہیں جس شخص کی نظر عاقبت پر ہو اس میں جذبہ زراندوزی کا موجود ہونا ممکن ہی نہیں۔

متاعِ ایں جہاں فانی و معیوب — نعیمِ آں جہاں باقی و مرغوب
چرا کس دولتِ باقی گزارد — بہ نعمتہائے فانی سر درآرد

والذین یؤتون ما آتوا وقلوبھم	وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ دیئے گئے اور ان کے
وجلۃ انھم الی ربھم راجعون	دل ڈرتے ہیں اس سے کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف
اولٰئك یسارعون فی الخیرات وھم	پھر جانے والے ہیں۔ یہ لوگ جلدی کرتے ہیں
لھا سٰبقون ۔ ولا نکلف نفساً	بھلائیوں میں اور وہ بھلائیوں کی طرف آگے
الا وسعھا ولدینا کتٰب ینطق	بڑھ جانے والے ہیں اور ہم کسی کو اس کی طاقت
بالحق وھم لا یظلمون ۔ بل	سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور ہمارے پاس
قلوبھم فی غمرۃ من ھذا ولھم	کتاب ہے جو سچ سچ بولتی ہے اور ان لوگوں پر
اعمال من دون ذٰلك ھم	ظلم نہیں کیا جاتا بلکہ ان کے دل اس حقیقت کی
لھا عاملون ۔ حتیٰ اذا اخذنا	غفلت میں ہیں۔ اور ان کے لئے عمل ہیں اس سے
مترفیھم بالعذاب اذا ھم	علاوہ جنھیں وہ کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب ہم نے
یجئرون ۔ لا تجئروا الیوم	ان کے دولتمندوں کو عذاب میں پکڑا تو اس وقت
انکم منا لا تنصرون ۔	وہ زاری کرتے ہیں۔ آج زاری مت کرو۔ تم کو
(۲۳ - ۶۰ تا ۶۵)	ہم سے مدد نہیں مل سکتی۔

یہاں دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہوا۔ ایک وہ جو جانتے ہیں کہ ایک دن ہم کو اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے اس لئے وہ خدا سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو کچھ خدا نے انھیں دیا ہے اس میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں ایسے لوگ اور بھی بھلائیوں کے کام کرتے ہیں اور بڑھ بڑھ کر۔

دوسرے وہ لوگ جن کے دلوں پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اس لئے وہ خدا کے سامنے حاضر ہونے پر یقین نہیں رکھتے۔ وہ دوسری طرح کے کام کرتے ہیں نہ بھلائیوں کی طرف دوڑتے ہیں اور نہ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں حتی کہ ایک دن ناگہاں ہم ان کے سرمایہ داروں کو عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں اس وقت وہ چیختے چلاتے اور زاری کرتے ہیں لیکن اس وقت زاری کام نہیں دیتی

یہاں سے معلوم ہوا کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے سرمایہ دار بن ہی نہیں سکتے۔ یہ طبقہ انہی لوگوں میں ہوتا ہے جو اللہ کی راہ میں زکوٰۃ وصدقات اور دیگر خیرات وغیرہ کے خرچ سے جان چراتے رہتے ہیں۔

زین للذین کفروا الحیوۃ الدنیا	زینت دی گئی کافروں کے لئے دنیا کی زندگانی
ویسخرون من الذین اٰمنوا	اور وہ ٹھٹھے کرتے ہیں ایمان لانے والوں کے
والذین اتقوا فوقھم یوم القیمۃ	ساتھ۔ اور جو لوگ پرہیزگار ہیں وہ ان سے
واللہ یرزق من یشاء بغیر	بالاتر ہوں گے قیامت کے دن۔ اور اللہ رزق
حساب۔ (۲-۲۱۲)	دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ بے شمار۔

اس آیت سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) کفار کے لئے دنیاوی زندگی کو مزین کیا جاتا ہے اور انھیں دنیوی معاش آراستہ وپیراستہ معلوم ہوتی ہے۔

(۲) دنیا کی زندگی کی ان زینتوں کی وجہ سے کافر غریب مسلمانوں پر ہنستے ہیں۔ آج بھی تمام روئے زمین پر یہی کچھ ہو رہا ہے۔

(۳) غریب نادار مسلمان ان سرمایہ داروں کے مقابلے میں قیامت کے دن زیادہ خوش وقت ہوں گے کیونکہ انھیں نعیم جنت سے حصہ ملے گا اور انھیں عذاب جہنم سے۔

(۴) دولت دنیا کے بل بوتے پر اپنے آپ کو معزز سمجھنا اور غریبوں کو ذلیل سمجھنا حماقت ہے کیونکہ دولت سے عزت نہیں بلکہ ایمان وتقویٰ سے عزت ہے۔ دولت کی تقسیم خدا کے ہاتھ میں ہے

جسے چاہتا ہے بے حساب دیدیتا ہے یہ تقسیم خدا کی حکمت پر مبنی ہے۔

دولتِ دنیا کی ایک بڑی مضرت یہی ہے کہ اس پر مغرور ہو کر آدمی غریب لیکن نیک لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور خداوند تعالیٰ کے احکام کے مقابلے میں تکبر کرتا ہے اور یہ تفخر اور تکبر آخر الامر اسے تباہ کر دیتا ہے۔

سرمایہ داری باعثِ تکذیبِ رسالت

جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ ہر پیغمبر کے زمانے میں یہی دولت مند سرمایہ دار رئیس سردار اور اشراف لوگ تھے جنھوں نے رسالت کی تکذیب کی۔ احکامِ خداوندی کے ساتھ تکبر سے پیش آئے۔ ہر سیاسی سماجی مذہبی اور اخلاقی اصلاح کے رستے میں روڑے اٹکائے اور آخر کار قوموں اور ملکوں کی بربادی کا باعث بنے۔ آج بھی یہ لوگ یہی کچھ کر رہے ہیں۔

وکذلک ما ارسلنا من قبلک فی	اور اسی طرح جب کبھی ہم نے کسی بستی میں تجھ سے پہلے
قریۃٍ من نذیرٍ الا قال مترفوھا	کوئی پیغمبر بھیجا تو وہاں کے دولت مندوں نے اسے
انا وجدنا اٰباءنا علیٰ امۃٍ وانا	کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک رستے پر پایا اور
علیٰ اٰثٰرھم مقتدون ۰ قال	ہم انہیں کے نقشِ قدم پر چلیں گے پیغمبر نے جواب
اولو جئتکم باھدیٰ مما وجدتم	دیا کہ جس رستے پر تمہارے باپ دادا تھے اس سے
علیہ اٰباءکم۔ قالوا انا بما ارسلتم	بہتر رستہ اگر میں تمہیں بتاؤں (تو پھر؟) انھوں نے
بہ کافرون ۔ فانتقمنا منھم	کہا کہ (پھر بھی) جو پیغام تم لائے ہو ہم اس سے منکر
فانظر کیف کان عاقبۃ	ہیں۔ پس ہم نے ان لوگوں سے بدلہ لیا اور تو دیکھ
المکذبین۔ (۴۳ - ۲۳ تا ۲۵)	کہ ان جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھٹلانے والے دولت مند لوگ تھے۔

(۲) اسی طرح آنحضرتؐ سے پہلے بھی جتنے نبی آئے ان کی تکذیب بھی انہی سرمایہ دار لوگوں ہی نے کی۔

(۳) سرمایہ دار لوگ اپنے باپ دادا کے رستے سے ہٹنا پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ اسی رستے کی بدولت

وہ سرمایہ دار بنے ہوئے تھے اور دوسرا رستہ اختیار کرنے میں سرمایہ داری سے ہاتھ دھونا پڑتا تھا۔

(۴) یہ لوگ یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ نبی کا بتایا ہوا رستہ ان کے آباواجداد کے رستے سے صحیح تر ہے نبی کی تکذیب پر قائم رہے۔ کیونکہ وہ اپنی سرمایہ داری چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔

(۵) عاقبت الامر انہی سرمایہ داروں کی وجہ سے قوم ہلاک ہوئی۔

وقال الکفرون ھذا ساحر کذاب	اور کافروں نے کہا یہ تو کوئی جھوٹا جادوگر ہے
اجعل الآلھۃ الٰھاً واحداً۔ ان ھذا	اس نے تو سب معبودوں کو ایک معبود بنا ڈالا
لشیٔ عجاب۔ وانطلق الملأ منھم	یقیناً یہ بڑے تعجب کی بات ہے اور ان کے سردار
ان امشوا واصبروا علیٰ اٰلھتکم	یہ کہتے ہوئے چلے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر قائم
ان ھٰذا لشیٔ یراد (۳۸-۴ تا ۶)	رہو۔ یقیناً اس شخص کا کوئی خاص ارادہ ہے۔

نبی کے معجزوں کو جادوگری بتایا، نبی کو جھوٹا کہا اور سرداروں (یعنی سرمایہ دار دولتمندوں) نے اپنے لوگوں کو کہا کہ چلو اس شخص کے پاس مت ٹھہرو ورنہ اس کی باتیں سنو۔ یہ شخص یقیناً کسی مقصد کے لئے یہ باتیں بنا رہا ہے۔ یعنی اس کا ارادہ ہے کہ ہم لوگوں کی جگہ یہ خود سرمایہ دار رئیس بن جائے۔

قال یاقوم اعبدوا اللہ مالکم من	اس نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس
الٰہ غیرہ۔ افلا تتقون ہ قال	کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں۔ کیا تم نہیں ڈرتے
الملأ الذین کفروا من قومہ انا	اس کی قوم کے سرداروں نے جو کافر تھے کہا کہ
لنرٰک فی سفاھۃ وانا لنظنک	ہم تجھے بیوقوفی میں دیکھتے ہیں اور ہم خیال کرتے
من الکاذبین ہ (۷-۶۵ و ۶۶)	ہیں کہ تو جھوٹا ہے۔

یہ حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ ہے۔ جب انھوں نے قوم عاد میں توحید کی تبلیغ شروع کی تو کافر سرداروں (یعنی سرمایہ داروں) نے آپ کی تکذیب کی اور انھیں کہا کہ (نعوذ باللہ) آپ بیوقوف ہیں اور جھوٹے۔

قال الملأ الذین استکبروا من	اس کی قوم کے سرداروں نے جو تکبر کرتے تھے
قومہ للذین استضعفوا لمن اٰمن	ان لوگوں کو جو ایمان لائے تھے اور ناتوان گنے
منھم اتعلمون ان صٰلحا مرسلٌ	جاتے تھے کہا کیا تمہیں یقین ہے کہ صالحؑ اپنے
من ربہ۔ قالوا انا بما ارسل بہ	پروردگار کی طرف سے بھیجا ہوا ہے انھوں نے
مومنون ٥ قال الذین استکبروا	جواب دیا کہ ہم اس کی رسالت پر ایمان لائے ہیں
انا بالذی اٰمنتم بہ کافرون	تکبر کرنے والوں نے کہا کہ جس چیز پر تم ایمان لائے ہو
(۷ - ۷۵ و ۷۶)	ہم اس سے انکار کرتے ہیں۔

یہ قصہ ہے صالح علیہ السلام کا۔ جو قوم ثمود پر مبعوث ہوئے تھے۔ یہاں سے بھی دو باتوں کا پتہ ملتا ہے۔ ایک یہ کہ سرمایہ دار لوگ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرتے ہیں اور غریب ناتوان لوگ نبیوں پر ایمان لانے میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ دوسری یہ کہ سرمایہ دار لوگ غریب مسلمانوں پر ہنستے ہیں اور انھیں تمسخر کے رُو سے کہتے ہیں کہ اچھا تمہیں یقین ہو چکا کہ یہ سچا نبی ہے اور اسے خدا نے بھیجا ہے۔ لو اگر تمہارا اس پر ایمان ہے تو ہم اس سے منکر ہیں۔

قال الملا الذین استکبروا من	اس کی قوم کے سرداروں نے جو تکبر کرتے تھے
قومہ لنخرجنك یاشعیب والذین	کہا کہ اے شعیب ہم تجھے اور تجھ پر ایمان لانے
اٰمنوا معك من قریتنا او	والوں کو اپنی بستی سے نکال دینگے یا تم ہمارے
لتعودن فی ملتنا۔ قال اولو	مذہب میں واپس آجاؤ گے شعیب نے کہا کہ اگر
کنا کارھین ٥ (۷ - ۸۸)	ہم واپس نہ آنا چاہیں (تو بھی؟)

یہ قصہ شعیب علیہ السلام کا ہے جو مدین کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ آپ کی قوم کے لوگ تجارت میں خرید و فروخت کے وقت ناپ تول میں بے ایمانی کیا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ نے انھیں اس سے منع کیا۔ تو سرمایہ دار لوگ جو اس بے ایمانی کے ذریعے زراندوزی کیا کرتے تھے آپ کو شہر بدر کرنے پر تیار ہو گئے۔

یہاں بھی آپ نے دیکھ لیا کہ جذبہ زراندوزی ہی ان کم بختوں کو ایمان سے مانع ہوا اور اسی جذبے کے ماتحت وہ تکذیبِ رسالت پر اتر آئے ورنہ بات بالکل سیدھی سادی تھی۔

قال الملأ من قوم فرعون ان	قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ یہ بڑا
هذا لسٰحر علیم ه یرید ان	علم والا جادوگر ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ تم
یخرجکم من ارضکم فماذا	کو تمہارے ملک سے نکال دے۔ پس تم کیا
تأمرون ۰ (۷-۱۰۹و۱۱۰)	حکم دیتے ہو۔

فرعون کی قوم نے جب حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کے معجزاتِ عصا و یدِ بیضا دیکھے تو سردار لوگ فوراً بول اٹھے کہ یہ تو کوئی بڑا لائق جادوگر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمہیں اپنی جادوگری سے مرعوب کر کے تمہارا ملک حاصل کرنا چاہتا ہے۔

یہاں بھی سرمایہ داروں نے جو ملک پر حکومت کر رہے تھے اپنی سرمایہ داری اور سرداری کو خطرے میں دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے انکار کیا اور انھیں جادوگر ٹھہرایا۔

قال الملأ الذین کفروا من قومه	پس اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ
ما نرٰک الا بشرا مثلنا وما نرٰک	ہم تجھ کو اپنی طرح کا آدمی دیکھتے ہیں اور دیکھتے
اتبعك الا الذین هم اراذلنا	ہیں کہ سوائے ہمارے رذیل اور ظاہری سمجھ والے
بادی الرای۔ وما نری لکم علینا	لوگوں کے اور کسی نے تیری پیروی نہیں کی اور ہمیں
من فضل بل نظنکم کاذبین	اپنے اوپر تمہاری کوئی بڑائی نظر نہیں آتی بلکہ ہم
(۱۱-۲۷)	تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔

یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا قصہ ہے۔ یہاں بھی سرمایہ داروں نے ہی نبوت کا انکار کیا اور ان غریب لوگوں کو جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ رذیل اور کم سمجھ بتایا۔

غریبوں کو رذیل سمجھنے والی ذہنیت ہی دولت مند لوگوں کی بربادی کا باعث بنتی ہے۔

ویصنع الفلك۔ وکلما مر علیه	اور نوحؑ کشتی بناتا تھا اور جب اس کی قوم کے

ملاء من قومہ سخروا منہ قال	سردار اس کے پاس سے گذرتے تو اس سے ٹھٹھے
ان تسخروا منا فانا نسخر منکم	کرتے۔ نوح نے کہا اگر تم ہم سے ٹھٹھے کرتے ہو
کما تسخرون ۰ (۱۱ - ۳۸)	تو ہم بھی اسی طرح تم سے (ایک دن) ٹھٹھے کریں گے

سرمایہ دار لوگ ہمیشہ اپنی دولت کے غرور سے پیغمبروں کی ہنسی اڑاتے رہے ہیں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے سردار ٹھٹھے کرتے تھے اور کہتے تھے کہ نہ نزدیک دریا ہے نہ سمندر اور یہ عقلمند آدمی کشتی بنا رہا ہے۔

فقال الملؤا الذین کفروا من	اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا۔ یہ تو
قومہ ما ھذا الا بشر مثلکم۔ یرید	تمہاری طرح کا ایک آدمی ہے۔ یہ تم پر بڑائی
ان یتفضل علیکم (۲۳ - ۲۴)	حاصل کرنا چاہتا ہے۔

یہ بھی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہے یہاں بھی قوم کے سرداروں نے اپنی سرداری اور سرمایہ داری کو خطرے میں دیکھا اور خیال کیا کہ شاید یہ آدمی خود سردار اور سرمایہ دار بننا چاہتا ہے۔

وقال موسیٰ ربنا انک اتیت	اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے پروردگار۔ تو نے
فرعون وملاہ زینۃ واموالا فی	فرعون کو اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگانی
الحیوۃ الدنیا ربنا لیضلوا عن	میں آرائش اور اموال دیئے کہ لوگوں کو تیری راہ
سبیلک۔ ربنا اطمس علی اموالھم	سے گمراہ کریں۔ اے ہمارے پروردگار میٹ
واشدد علی قلوبھم فلا یومنوا	ڈال ان کے مالوں کو اور ان کے دلوں کو
حتی یروا العذاب الالیم	سخت کردے کہ وہ ایمان نہ لائیں حتی کہ دردناک
(۱۰ - ۸۸)	عذاب دیکھیں۔

معلوم ہوا کہ یہی سرمایہ دار لوگ دنیاوی زیب وزینت اور مال ومتاع پر مغرور ہوکر نہ صرف خود گمراہ ہوتے ہیں بلکہ اور لوگوں کو بھی اپنی دولت کے ذریعے راہ حق سے گمراہ کرتے ہیں۔

آج بھی یہی سرمایہ دار سردار اپنی دولت کے ذریعہ دنیا والوں کو راہ راست پر آنے سے روک رہے ہیں اور زندگی کے ہر شعبے میں قوم اور ملک کی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں۔

وقال الملا من قومہ الذین کفروا	اور اس کی قوم کے کافر سرداروں نے جو قیامت
وکذبوا بلقاء الاخرۃ واترفنٰھم	کی ملاقات کو جھٹلاتے تھے اور جنھیں ہم نے دنیا
فی الحیوۃ الدنیا ما ھذا الا	کی زندگانی میں دولت دی تھی۔ کہا کہ یہ تو تم
بشر مثلکم یاکل مما تاکلون	جیسا ہی ایک آدمی ہے اور وہی کچھ کھاتا پیتا ہے
ویشرب مما تشربون۔	جو تم کھاتے پیتے ہو۔

یہاں بھی وہی سرمایہ دار سردار جنھیں اللہ تعالیٰ نے دولت دی ہے لوگوں کو یہ کہکر گمراہ کر رہے ہیں کہ یہ شخص پیغمبر کیسے ہو سکتا ہے یہ تو ہماری طرح کا ہی ایک انسان ہے، ہماری طرح ہی کھاتا پیتا اور رہتا سہتا ہے۔

غریبوں کی گمراہی کا باعث۔ دولت مند لوگ صرف خود ہی بدراہ نہیں ہوتے بلکہ ان کی دیکھا دیکھی غریب آدمی بھی بے دین ہو جاتے ہیں۔

وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا	اور انھوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے
وکبراء نا فاضلونا السبیلا۔	سرداروں اور بڑوں کی فرماں برداری کی۔ پس
(۳۳ – ۶۷)	انھوں نے ہم کو راہ سے گمراہ کر دیا۔

یہ عوام کی معذرت ہے جو وہ قیامت کے دن کے عذاب دیکھکر کریں گے اور کہیں گے کہ افسوس ہم نے خدا کی اور خدا کے رسول کی فرمانبرداری نہ کی اور ان بڑے بڑے سرمایہ دار سرداروں کی اطاعت کی۔

یقول الذین استضعفوا	کہیں گے وہ لوگ جو ناتوان گنے جاتے تھے ان
للذین استکبروا لولا انتم	لوگوں کو جو تکبر کرتے تھے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم
لکنا مؤمنین (۳۴-۳۱)	ایمان لے آتے۔

معلوم ہوا کہ یہی تکبر کرنے والے توانگر ناتواں لوگوں کی گمراہی کا باعث بنے۔

سرمایہ دار دوزخی۔ قرآن مجید میں اکثر ایسے مقامات پر جہاں دوزخیوں کا مذکور ہے وہاں ان کے

دولت مند ہونے کا ذکر بھی ہے۔

ذرنی ومن خلقت وحیدا ٥ و	چھوڑ مجھ کو اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا
جعلت لہ مالا ممدودا ٥ وبنین	کیا۔ اور دیا اس کو پھیلا ہوا مال اور حاضر رہنے
شھودا ٥ ومھدت لہ تمھیدا ٥	والے بیٹے اور اس کے لئے بچھونا بچھایا۔ پھر یہ
ثم یطمع ان ازید ٥ کلا انہ	طمع کرتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں۔ ہرگز نہیں
کان لایتنا عنیدا ٥ سارھقہ	یہ ہماری نشانیوں سے عناد کرنے والا ہے اسے
صعودا۔ (۷۴۔ ۱۱ تا ۱۷)	میں صعود پر چڑھاؤں گا۔

یہ دوزخی دولتمند شخص ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے پھیلا ہوا مال دیا۔ یعنی سرمایہ دار بنایا اور یہ ہمیشہ زیادتی کی خواہش کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے اسے میرے لئے چھوڑ دو۔ میں اس منکر کو دوزخ کی پہاڑی پر چڑھاؤں گا۔ یہ ہمیشہ اپنی دولت کے غرور میں آیاتِ الٰہی کا انکار کرتا رہا۔

واصحٰب الشمال ما اصحٰب الشمال	اور بائیں طرف والے۔ کون ہیں بائیں طرف والے
فی سموم وحمیم وظل من یحموم	گرم ہواؤں اور گرم پانی میں اور دھوئیں کے
لا بارد ولا کریم ٥ انھم کانوا قبل	سایے میں جو نہ ٹھنڈا ہے نہ حرمت والا تحقیق
ذلک مترفین (۵۶۔ ۴۱ تا ۴۵)	یہ پہلے ناز پروردہ دولتمند تھے۔

یہاں سے بھی معلوم ہوا کہ اصحاب الشمال کی اکثریت الٰہی نعمتوں میں پلے ہوئے سرمایہ داروں کی ہوگی۔

ما اغنیٰ عنی مالیہ۔ ھلک عنی	میرا مال مجھے کام نہ آیا۔ مجھ سے میرا جاہ و جلال
سلطٰنیہ (۶۹۔ ۲۸ و ۲۹)	جاتا رہا۔

یہ دوزخی کا قول ہے۔ ماقبل ومابعد کی آیات کا مضمون یہ ہے "اور جس کا اعمالنامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا وہ کہے گا اے کاش مجھے اعمال نامہ نہ دیا جاتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ اے کاش کہ موت قصہ ہی تمام کر دیتی۔ میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ جاہ و حشمت مجھ سے چھین لئے گئے (حکم ہوگا کہ) اسے پکڑو اور طوق پہناؤ۔ پھر اسے دوزخ میں لے جاؤ۔۔۔

یہ آدمی اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتا تھا اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کی رغبت نہیں دلاتا تھا (نہ خود کھلاتا تھا) آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں۔"

یہ یاد رہے کہ اوپر جو کچھ لکھا گیا وہ صرف انہی دولت مندوں کے متعلق ہے جو زکات و صدقات نہیں دیتے اور نہ مسکینوں کی پرورش کرتے ہیں جیسا کہ ان آیات سے بھی ظاہر ہے۔

تدعوا من ادبر وتولّٰی ۰ وجمع	(دوزخ کی آگ) بلاتی ہے اس شخص کو جس نے
فاوعٰی ۰ انّ الانسان خلق	پیٹھ دی اور منہ پھیر لیا۔ مال جمع کیا اور بند رکھا
ھلوعاً ۰ اذا مسہُ الشرّ جزوعاً	تحقیق آدمی بے صبر پیدا کیا گیا ہے۔ جب اسے
واذا مسہ الخیر منوعاً ۰	برائی ملتی ہے تو اضطراب کرتا ہے اور جب
الاّ المصلّین ۰ الذین ھم علٰی	بھلائی ملتی ہے تو بخل کرتا ہے مگر وہ نمازی جو
صلاتھم دائمون ۰ والذین	اپنی نماز پر ہمیشہ قائم رہتے ہیں اور وہ لوگ
فی اموالھم حقٌ معلوم ۰ للسّائل	جن کے مالوں میں سائل اور محروم کے لئے حصہ
والمحروم (۷۰۔ ۱۷ تا ۲۵)	مقرر ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ وہ لوگ جو مال جمع کرتے رہتے ہیں اور اس میں سے زکات و صدقات وغیرہ نہیں دیتے، دوزخ کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔ انسان فطرتاً ہی بے حوصلہ ہے۔ جب بدحال ہوتا ہے تو چیخنا چلاّتا ہے اور جب اسے خوش حالی دی جاتی ہے تو کنجوس بن جاتا ہے البتہ وہ لوگ اس وعید سے مستثنیٰ ہیں جو نماز کے پابند ہیں اور جن کے مالوں میں غریبوں اور مسکینوں کا حصہ ہوتا ہے۔

وما نقموا الاّ ان اغنٰھم اللہ	اور یہ انھوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا
ورسولہٗ من فضلہ	ہے کہ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے
(۹۔ ۷۴)	رزقِ خداوندی سے مالدار کر دیا۔

یہ ان منافقین کا قصہ ہے جو دین کی مخالفت میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے مشورے کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں نے ان کو اپنے فضل سے دولتمند بنایا۔

یہ اس نعمت کا بدلہ دے رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے بدلے دولت مند لوگ ہی دیا کرتے ہیں۔

عام طور سے یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ سرمایہ دار لوگ جو دن بھر روپیہ جمع کرنے اور رات بھر روپیہ گننے میں لگے رہتے ہیں۔ اطمینان قلب سے قطعاً محروم ہوتے ہیں۔ مندرجہ ذیل آیات میں اسی حقیقت کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ الَّذِي — افسوس ہے ہر عیب نکالنے والے غیبت کرنے والے
جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهُ ۝ يَحْسَبُ أَنَّ — پر جس نے جمع کیا مال اور اسے گنتا رہا خیال
مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۝ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ — کرتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ رہیگا۔ ہرگز نہیں بلکہ
فِي الْحُطَمَةِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ — ڈالا جائیگا حطمہ میں اور تو کیا جانے حطمہ کیا ہے
نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ۝ الَّتِي تَطَّلِعُ — اللہ کی سلگائی ہوئی آگ ہے۔ جو دلوں پر چڑھ
عَلَى الْأَفْئِدَةِ ۝ (۱۰۴ - ۱تا۷) — آتی ہے۔

دوزخ میں تو یہ آگ دولت مندوں کے دلوں پر جو عذاب لائے گی وہ دور کی بات ہی۔ لیکن دنیا میں ان لوگوں کے دل فی الواقعہ آٹھ پہر جلتے رہتے ہیں۔ خداوند کریم ایسے بے برکت مال سے ہر مسلمان کو بچائے آمین۔

یہ بات پہلے بھی کئی بار لکھی جا چکی ہے کہ مندرجہ بالا تمام وعید صرف ان سرمایہ دار لوگوں کے متعلق ہیں جو اپنے اموال سے خدا کا حصہ نہیں نکالتے اور جو جذبۂ زراندوزی میں خدا کو اور روز جزا کو بھول جاتے ہیں۔ ان تمام باتوں کا ایسی دولت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ جو جائز ذرائع سے حاصل کی جائے اور جس میں سے زکات اور صدقات وغیرہ پورے پورے ادا کردیئے جائیں۔

برہان کے چند نمبروں کی ضرورت

دفتر کو مارچ ۴۲ء اور جون ۴۲ء کے پرچوں کی ضرورت ہے جو صاحب فروخت کرنا چاہیں مطلع فرمائیں، ان کی خدمت میں قیمت پیش کردی جائے گی۔